

برصغیر میں سب سے پہلا مکمل منظوم ترجمہ قرآن تعارف و تجزیہ

محمد سعید شیخ ❖

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور اس کے پہلے مخاطب اہل عرب ہی تھے، مگر چون کہ قرآن مجید کی تعلیمات ابدی اور عالم گیر ہیں، اس لیے قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے اس میں ہدایت کا سامان ہے۔ وہ لوگ جن کی زبان عربی نہیں ہے یا وہ عربی نہیں سمجھتے، ان کے لیے قرآن سے استفادہ بہ ذریعہ ترجمہ ہی ممکن ہے۔ ہر دور کے اہل علم حضرات نے لوگوں کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ترجمے کیے ہیں، شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی زندہ زبان ہو، جس میں قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہو۔ اردو کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ تراجم قرآن اس زبان میں ہوئے ہیں۔ اردو میں قرآن مجید کے ترجمے دو طرح کے ہیں: منشور اور منظوم؛ راقم سطور کی اب تک کی معلومات کی حد تک نثر کی طرح نظم میں بھی دنیا کی تمام دیگر زبانوں کی نسبت اردو میں قرآن مجید کے ترجمے تخلیق ہوئے ہیں۔ اردو میں اب تک انیس مکمل منظوم ترجمے زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، بعض کے تو ایک سے زائد ایڈیشن اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ جزوی تراجم کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے۔

جب نثر میں ترجمہ کرنا ناممکن حد تک مشکل ہے، تو نظم میں مترجم کے لیے مشکلات دو گنا ہو جاتی ہیں؛ ایک طرف متن قرآن کا تتبع تو دوسری طرف وزن و بحر اور ردیف و قافیہ کی کڑی پابندی۔ بہر حال منظوم تراجم کا وجود ایک حقیقت ہے۔ راقم سطور نے اس مقالے کے لیے منظوم تراجم قرآن میں سے نظم البیان المعروف منظوم اردو ترجمہ قرآن کا انتخاب کیا ہے جو مولانا شمس الدین شائق ایزدی کی فکر کا نتیجہ ہے۔ راقم نے اولاً نظم نگار مترجم اور اُس کے ترجمے کا تعارف کروایا ہے اور پھر اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ یہ ترجمہ متن قرآن کے مطابق ہے یا نہیں؟ زبان و بیان، فن عروض اور شاعری کے

دیگر قواعد و ضوابط پر پورا اترتا ہے یا نہیں؟ پہلے مکمل منظوم اردو تراجم قرآن کی مختصر تاریخ اور پھر مطلوبہ ترجمہ قرآن مع نظم نگار مترجم کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مکمل منظوم تراجم قرآن کی مختصر تاریخ

برصغیر پاک و ہند میں قرآن مجید کے خالصتاً منظوم تراجم سے قبل منظوم تفسیر نویسی کا رجحان رہا۔ اب تک کی دست یاب معلومات کی حد تک سب سے پہلے قرآن مجید کی مکمل مطبوعہ تفسیر عبد السلام سلام بدایونی (۱۲۸۹-۱۲۰۱ھ) کی زاد الاخرة ہے، قاضی عبد السلام نے اس منظوم تفسیر کا آغاز ۱۲۴۴ھ [۱۸۲۸-۲۹ء] میں کیا، آپ نے مسلسل پندرہ سال کی محنت شاقہ سے ۱۲۵۹ھ [۱۸۴۳ء-۱۸۴۴ء] میں قرآن مجید کی یہ منظوم تفسیر مکمل کی۔ زاد الاخرة اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۴۴ھ کا عدد بنتا ہے۔ یہ تفسیر اپنی تکمیل کے تقریباً چھبیس سال بعد فاضل مصنف کی حیات ہی میں ربیع الاول ۱۲۸۵ھ / جون ۱۸۶۸ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے طبع ہو کر منصبہ شہود پر آئی۔ فاضل نظم نگار مفسر نے قرآنی آیات کی تفسیر کو نظم کرنے کے لیے اصناف شاعری میں سے بہ اعتبار ہیئت ”مثنوی“ کا انتخاب کیا اور بحر سخن میں سے ”بحر خفیف“ کو پسند کیا۔ اس منظوم تفسیر کے بعد شمس الدین شائق ایزدی (م: ۱۹۳۶ء) نے قرآن مجید کا مکمل منظوم ترجمہ شائع کیا، جسے پہلے مکمل مطبوعہ منظوم ترجمے کا اعزاز حاصل ہے۔ زیر نظر مقالہ اسی ترجمے کے تعارف و تجزیے پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کا دوسرا باقاعدہ ترجمہ مطبع الرحمن خادم (علی گڑھی) کا نظم المعانی ترجمہ کلام ربانی کے عنوان سے ہے، جو ۱۹۴۶ء میں رفاہ عام پریس آگرہ سے مطبوع ہوا۔ یہ ترجمہ بین السطور کے بجائے صفحے کی تین اطراف میں حاشیے پر ہے اور اس کے درمیان میں متن قرآن ہے۔ نظم المعانی، قرآن مجید کا لفظی ترجمہ ہے اور اصناف نظم میں سے مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ شاعر نے ترجمہ نظم کرنے کے لیے مثنوی مولانا روم کی بحر یعنی بحر رمل کا انتخاب کیا ہے۔ قیام پاکستان سے قبل مکمل منظوم تراجم کے ضمن میں یہی دو ترجمے طباعت کے زیور سے آراستہ ہو سکے۔

قیام پاکستان کے بعد طباعت کے اعتبار سے سب سے پہلا منظوم ترجمہ اٹل زبیری لکھنوی (م: ۱۹۹۶ء) کا سخنر البیان ہے۔ اس کا زمانہ تخلیق جنوری ۱۹۴۳ء تا ۱۹۶۲ء ہے، مگر چند جزوی اشاعتوں کے بعد ۱۹۷۴ء کے اواخر سے ۱۹۷۶ء کے اواخر تک یہ ترجمہ مکمل صورت میں پندرہ پندرہ پاروں پر

مشمتمل دو جلدوں میں الحجاز پبلشرز کراچی سے اشاعت پذیر ہوا۔ سحر البیان میں عمومی طور پر لفظی ترجمہ کیا گیا ہے، لیکن بعض جگہ شگفتگی زبان کو ملحوظ رکھتے ہوئے بامحاورہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ طباعت کے اعتبار سے منظوم تراجم کی تاریخ میں چوتھا ترجمہ وحی منظوم ہے جو علامہ سیماں اکبر آبادی (م: ۱۹۵۱ء) کا نظم کردہ ہے۔ یہ بھی مثنوی ہیئت میں ہے اور اب تک اس کی چھ اشاعتیں عمل میں آچکی ہیں، سب سے پہلی اشاعت ۱۹۸۱ء میں عمل میں آئی۔ سیماں کے ترجمے کو بہ اعتبار تخلیق و تسوید اثر زبیری کے ترجمے پر اولیت حاصل ہے۔ ۱۹۸۵ء میں سید شمیم رجز (م: ۲۰۱۲ء) کا ترجمہ مثنوی آپ رواں طباعت کے زیور سے آراستہ ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۵ء میں اظہار القرآن لاہور سے شائع ہوا۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ مثنوی ہیئت میں ہے اور مفہومی ترجمہ ہے۔ ۱۹۸۶ء میں مطبع نظامی لکھنؤ سے سید محمد محسن کا مثنوی ہیئت میں منظوم اردو ترجمہ چھپ کر منظر عام پر آیا، یہ ترجمہ فنی اور مفہوم قرآن ہر دو اعتبار سے نقائص اور خامیوں سے بھرپور ہے۔

ماقبل مذکور تمام تراجم مثنوی ہیئت میں ہیں، نظم آزاد میں قرآن مجید کے ترجمے کی داغ بیل عبد العزیز خالد (م: ۲۰۱۰ء) نے ڈالی، جن کا ترجمہ بہ عنوان فرقان جاوید ۱۹۸۸ء میں مقبول اکیڈمی لاہور سے اشاعت پذیر ہوا۔ فاضل نظم نگار نے ترجمہ نظم کرنے کے لیے ایک بحر کو منتخب کرنے کے بجائے کئی بحور کا استعمال کیا۔ اس ترجمے کی خاص بات یہ ہے کہ لفظی ترجمہ ہے اور متن قرآن کے بہت قریب ہے۔ اس کی اب تک دو اشاعتیں عمل میں آچکی ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں میرزا خادم ہوشیار پوری (م: ۱۹۹۴ء) کی مثنوی ہیئت میں تین جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی ترجمانی بہ عنوان وجدان سلیم زیور اشاعت سے مرصع ہوئی جس کی اشاعت کا اہتمام دار الاشاعت ادارہ آئینہ ایام گوجرانوالہ نے کیا۔ ۱۹۹۶ء میں ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری کا نظم کردہ مثنوی ہیئت میں مفہومی ترجمہ مفہیم القرآن ادارہ اشاعتہ القرشیہ قلعہ دار ضلع گجرات سے اشاعت پذیر ہوا، جس کی اب تک تین اشاعتیں عمل میں آچکی ہیں۔

اکیسویں صدی میں سب سے پہلا منظوم ترجمہ سجاد احمد ساجد مراد آبادی (م: ۲۰۱۳ء) کا لوح محفوظ منصہ شہود پر آیا، جس کا سن اشاعت ۲۰۰۳ء ہے اور اشاعت کا اہتمام الخلیل پاکستان ایجوکیشن ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) کراچی نے کیا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں عطاء اللہ عطا قاضی کے نظم کردہ مفہومی ترجمے مفہوم القرآن کی پہلی اشاعت عمل میں آئی۔ بعد ازاں ایک اشاعت اسی نام سے اور تیسرا

ایڈیشن روح القرآن کے عنوان سے شائع ہوا۔ ۲۰۰۵ء میں سلیم اختر فارانی (م: ۲۰۰۷ء) کا منظوم اردو ترجمہ قرآن مجید منظر عام پر آیا جو بہ قول مترجم نظم معریٰ میں ہے، جب کہ فی الحقیقت نظم آزاد میں ہے۔ ۲۰۰۶ء میں دو منظوم ترجمے زیور طبع سے آراستہ ہوئے، دونوں نظم نگاروں نے نظم آزاد کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ ایک ترجمہ ہندوستان کے شہر بلرام پور سے شائع ہوا، جب کہ دوسرا ملتان پاکستان سے؛ اول کے تخلیق کار انجم عرفانی ہیں، جب کہ ثانی کے پروفیسر حسین سحر ہیں۔ انجم عرفانی کے ترجمے کا عنوان منظوم القرآن ہے۔ مکمل صورت میں اب تک اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں: ایک اردو رسم الخط میں اور ایک ہندی رسم الخط میں۔ حسین سحر کے ترجمے کا عنوان فرقانِ عظیم ہے۔ اس کی بھی اب تک دو اشاعتیں عمل میں آچکی ہیں، صوتی اور ویب ایڈیشن اس کے علاوہ ہیں۔

۲۰۰۷ء میں پروفیسر محمد سمیع اللہ اسد (م: ۲۰۱۳ء) کا ترجمہ قرآن منظوم کے عنوان سے پانچ جلدوں پر مشتمل کولکاتا سے اشاعت پذیر ہوا۔ اس ترجمے کی خاص بات ترجمے کے ساتھ فرہنگ بھی ہے۔ سمیع اللہ اسد نے ترجمہ قرآن نظم کرتے ہوئے اصنافِ نظم میں سے بہ اعتبار ہیئتِ مثنوی کو منتخب کیا ہے اور بحورِ شاعری میں سے بحرِ رمل کا۔ ۲۰۰۸ء میں جڑنوالہ، فیصل آباد سے محمد امین میاں کا ترجمہ بہ عنوان نظم القرآن شائع ہوا، جس کی بابت مترجم کا دعویٰ تو منظوم ترجمہ قرآن کا ہے، مگر پورے ترجمے میں مصرع نما کسی بھی دو سطروں پر شعر کا اطلاق کرنا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مترجم فنِ شاعری سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے۔ ۲۰۱۱ء میں علامہ چودھری اصغر علی کوثر ڈرائیج کا ترجمہ بہ عنوان منظوم مفہوم قرآن مجید پاکستان لٹریچر اکیڈمی لاہور سے مطبوع ہوا، یہ ترجمہ لفظی اور مثنوی ہیئت میں ہے۔ ۲۰۱۳ء میں بریگیڈیئر ڈاکٹر مختار عالم کا ترجمہ منظوم مضامین القرآن المجید کے عنوان سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اشاعت پذیر ہوا۔ اس نام ورنیورسٹی سے شائع ہونے کے باوجود اس کی کسی شعر نما سطر پر شعر کا اطلاق نہیں ہوتا۔ فاضل مترجم قافیہ وردلیف سے نا آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ اردو زبان و بیان کے بنیادی قواعد سے بھی نابلد ہیں۔ اس ترجمے کا ایک ہندی ورژن کاویا سار کے عنوان سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

راقم کی معلومات کی حد تک اب تک مکمل مطبوعہ منظوم تراجم کی تعداد انیس ہے، ان کے علاوہ کئی اور بھی مکمل ہیں، مگر یا جزوی طور پر شائع ہوئے ہیں یا ابھی مسودوں کی صورت میں ہیں۔

مطبوعہ جزوی تراجم کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ ذیل میں سب سے پہلے مکمل مطبوعہ منظوم اردو ترجمہ قرآن کا جائزہ لیتے ہیں۔

تعارفِ نظم نگار مترجم

آپ کا نام شمس الدین، تخلص شائق ایزدی اور لقب شمس الہند صوفی معنوی ہے۔ آپ لاہور میں مسجد وزیر خان کے قریب چوہٹہ مفتی باقر میں رہتے تھے،^(۱) تخمیناً آپ کی ولادت کا سال ۱۸۶۳ء ہے۔^(۲) ابتدائی تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کر لی تھی۔^(۳) گورداس پور میں محکمہ بندوبست میں مہتمم مطبع تھے، لاہور میں آپ کا اپنا مطبع ”مطبع شمس الہند“ کے نام سے تھا،^(۴) اخبار رفاہ لاہور سے بہ طور ایڈیٹر بھی وابستہ رہے،^(۵) آپ لاہور کے ایک نہایت زندہ دل، ذی علم بزرگ^(۶) اور ایک خوش گو شاعر تھے،^(۷) فارسی اور اردو نظم و نثر میں مہارت تامہ رکھتے تھے،^(۸) مگر فضول نظمیں کہنے اور بے کار غزلیں لکھنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا، بلکہ اپنی شعری قابلیت کو اسلام کی خدمت میں لگایا۔^(۹) طبیعت

- ۱۔ محمد دین کلیم قادری (م: ۱۹۸۹ء)، ”لاہور کے مفسرین و مترجمین قرآن مجید“، مشمولہ ماہ نامہ عرفات (لاہور کے مفسرین و مترجمین قرآن مجید نمبر)، لاہور، ۳۱: ۱۱ و ۱۲، (۱۹۸۹ء)، ۴۷۔
- ۲۔ شائق ایزدی کے حالاتِ زندگی تو معلوم نہیں ہو سکے، البتہ تاریخ پیدائش کا اندازہ راقم نے اس طرح لگایا ہے کہ آپ نے اپنے منظوم ترجمے کا اختتام ۱۱ ستمبر ۱۹۲۳ء کو کیا ہے اور اس وقت اپنی عمر تخمیناً انسٹھ سال بتائی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ غالباً ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے، دیکھیے: شمس الدین شائق ایزدی، منظوم اردو ترجمہ (لاہور: کریب پریس ۱۳۳۲ھ / ۱۹۲۳ء، ۳: ۲۹۶۴۔
- ۳۔ قادری، مرجع سابق، ۴۷۔
- ۴۔ شمس الدین شائق ایزدی، منظوم اردو ترجمہ (لاہور: کریب پریس ۱۳۳۶ھ)، ا، ب۔
- ۵۔ لالہ سری رام (م: ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء)، تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ نمانہ جاوید (دہلی: ہمدرد پریس ۱۹۲۶ء)، ۴: ۳۶۰۔
- ۶۔ روزنامہ انقلاب، لاہور، ہفتہ وار ایڈیشن، مدیر، مولانا غلام رسول مہر، ۱۱: ۱۹۳، ۲۴ نومبر ۱۹۳۶ء / ۹ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ یومِ سہ شنبہ، ۵۔
- ۷۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی (م: ۱۹۷۲ء)، ”ادیب اور مصنف“، مشمولہ نقوش لاہور نمبر، لاہور (فروری ۱۹۶۲ء)، ۹۳۳۔
- ۸۔ روزنامہ انقلاب، لاہور، اشاعت سابق، ۵۔
- ۹۔ پانی پتی، ”ادیب اور مصنف“، مشمولہ نقوش لاہور نمبر ۲، مدیر: محمد طفیل، ادارہ فروغِ اردو لاہور، ۹۲ (فروری ۱۹۶۲ء)، ۹۳۲۔

بہت دشوار پسند تھی، ایک ہی قافیے میں زیادہ طبع آزمائی کیا کرتے تھے، کلام میں لطف اور وجد موجود ہے اور مضمون آفرینی کی شان اُن کے اشعار سے پیدا ہے۔ بہ قول لالہ سری رام (م: ۱۹۰۳ء) صاحبِ ضخمانہ جاوید، شمس الدین شائق ۱۸۹۵ء میں لاہور کے مشاعروں میں شریک رہتے تھے۔^(۱۰)

وفات

مولانا شمس الدین شائق کا انتقال پُرِ ملا ۱۸ نومبر ۱۹۳۶ء بہ مطابق ۲ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کو لاہور میں ہوا۔^(۱۱) مشہور شاعر خواجہ دل محمد (م: ۱۹۶۰ء) نے قطعہٴ وفات لکھا ہے:

آہ! شمس الدین شائق چل بسے
دوستوں کو رنج بے پایاں ہوا
عرض کی دل نے یہ تاریخِ وفات
”انتقالِ ناظمِ قرآن ہوا“^(۱۲)

تصانیف

تلاشِ بسیار کے باوجود مولانا شائق کی مستقل تصانیف کا سراغ تو نہیں ملا البتہ کشف المحجوب اور شیخ علی بھویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط طور پر منسوب کتاب کشف الأسرار کے اردو تراجم راقم کو دستِ یاب ہو سکے ہیں جو اسلامیہ سٹیٹیم پریس لاہور سے ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء میں طبع ہوئے^(۱۳) اور اس کے بعد اردو ترجمہ کشف الأسرار کو سید میرک شاہ اندرابی (م: ۱۳۹۳ھ /

۱۰- سری رام، مصدر سابق، ۴: ۳۶۰۔

۱۱- روزنامہ انقلاب، اشاعت سابق، ۵۔

۱۲- پانی پتی، مرجع سابق، ۹۳۳-۹۳۲۔

۱۳- کشف المحجوب اور کشف الأسرار کا اردو ترجمہ بہ عنوان ”کشف المحجوب اردو معہ فقرنامہ مشہور بہ کشف الأسرار“ شیخ الہی بخش و محمد جلال الدین تاجران کتب لاہور کی فرمائش پر ۱۳۶۲ھ / ۱۹۲۷ء میں اسلامیہ سٹیٹیم پریس لاہور سے شائع ہوا۔ دونوں کتابیں الگ الگ سرورق کے ساتھ ایک جلد میں شائع ہوئیں۔ کشف المحجوب کے سرورق پر مترجم کا نام نہیں ہے، جب کہ کشف الأسرار کے سرورق پر مترجم کا نام اس طرح لکھا ہے: مترجم: مولانا شمس الہند۔ ایزدی۔ صوفی معنوی؛ کشف الاسرار سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ حبیب اللہ منشی کی تحریر کردہ شیخ علی بھویری کی مختصر سوانح عمری بھی ہے۔ اہل تحقیق کے نزدیک کشف الأسرار حضرت داتا

۱۹۷۳ء) (۱۳) نے محشی کر کے مصنف کی وفات کے بعد ۱۹۵۵ء میں ملک سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب لاہور سے طبع کرایا۔ (۱۵) مقبول اکیڈمی لاہور سے کشف المحجوب کا ایک ترجمہ مترجم کے نام کے بغیر بھی شائع ہوا تھا جو بہ قول راجا رشید محمود، مولانا نمٹس الہند کا ہی ہے۔ (۱۶) روزنامہ انقلاب لاہور کی

گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط طور پر منسوب ہے... پھر چار سو اسی صفحات پر مشتمل کشف المحجوب کا ترجمہ ہے جس کے آخر میں مفتی خورشید احمد صمصام کا تحریر کردہ قطعہ تاریخ طباعت بہ زبان فارسی بھی ہے۔

۱۴- سید میرک شاہ اندرابی صفر ۱۳۰۶ھ / اکتوبر ۱۸۸۸ء کو حضرت سید شاہ مصطفیٰ (م: ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء) کے گھر پیدا ہوئے، والد محترم کا شمار وقت کے مشائخ کرام میں ہوتا تھا۔ شاہ اندرابی نے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۳ء میں قرآن مجید کے حفظ کی تکمیل کی سعادت حاصل کی۔ تکمیل حفظ کے بعد علوم مرادجہ صرف و نحو، منطق و فلسفہ، فقہ و اصول، معانی اور حدیث و تفسیر کی تحصیل اپنے والد کے علاوہ مولانا سید احمد سعید اندرابی، مولانا مفتی محی الدین کدومی اور مولانا محمد حسین وفائی سے کی۔ علامہ سید محمد انور شاہ محدث کشمیری (م: ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء) کے مشورہ اور شوق دلانے پر مزید تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے۔ سات سال تک دارالعلوم کے اکابر اساتذہ سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں وہاں کے اساتذہ کی ہدایت پر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور یونیورسٹی بھر میں اوّل آنے پر طلائی تمغے کے ساتھ ایک سال کے لیے تیس روپے ماہانہ بھی حاصل کیا۔ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء میں مفتی فاضل کے امتحان میں شرکت کی اور کام یابی حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد پاک و ہند کی نام و در جامعات و مدارس میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم میمنو اعظم گڑھ، جامعہ امدادیہ مراد آباد میں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرتے رہے۔ تبلیغ کالج کرنال (ہندوستان) میں صدر شعبہ اسلامیات کی حیثیت سے بھی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء اور نیشنل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور میں پروفیسر شعبہ فارسی تعینات ہوئے، یہاں سے سبک دوشی کے بعد سکھر کے ایک دینی مدرسے میں بہ طور شیخ الحدیث بھی دینی خدمات سرانجام دیں، بعد ازاں جامعہ مدنیہ لاہور سے وابستہ ہو گئے۔ مولانا میرک شاہ اندرابی نے مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو میں چھوٹی بڑی کوئی چالیس علمی و تحقیقی تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ مولانا اندرابی ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ / ۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء کو عالم بقا کو رحلت کر گئے اور ماڈل ٹاؤن لاہور کے شہر نموشاں میں آخری آرام گاہ پائی۔ ملخص از: محمد زبیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت پنجاب (لاہور: دارالکتب اگست ۲۰۰۹ء)، ۲: ۲۴۳-۲۴۷۔

۱۵- محمد دین کلیم قادری، ماہ نامہ عرفات (لاہور کے مفسرین و مترجمین قرآن مجید نمبر)، ۵۰۔

۱۶- راجا رشید محمود، "کشف المحجوب کے اردو تراجم اور ان کے مقدمات"، مشمولہ مجلہ معارف اولیاء، لاہور، ۱: ۵ (۲۰۰۷ء / صفر المظفر ۱۴۲۸ھ)، ۲۴۴-۲۴۵؛ کشف المحجوب کے اس اردو ترجمے کے شروع میں مترجم نے لکھا ہے: کشف الاسرار اور کشف المحجوب کے ترجموں کی سعادت حق تعالیٰ نے اس عاجز بندہ کو بخشی۔ سلسلہ

۲۴ نومبر ۱۹۳۶ء کی اشاعت کے مطابق آپ نے بہت سی فارسی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کیا،^(۱۷) مگر ان سب میں اہم مثنوی معنوی کی طرز پر قرآن مجید کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔

مولانا شائق نے خاص اپنے دلی شوق سے مسلمان بچوں اور بچیوں کی خاطر قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کیا۔ امرتسر میں ایک بڑے اسلامی جلسے میں پہلے پارے کا منظوم ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا، جسے علماء و رؤسائے جلسہ نے پسند کیا۔ میر جلسہ جناب خان بہادر شیخ خدا بخش (ڈسٹرکٹ جج) کو اتنا پسند آیا کہ انھوں نے اس کی طباعت کی فرمائش کے ساتھ گیارہ سو کاپیوں کی قیمت بھی ادا کر دی۔ مولوی محمد حسن (مدرس، مشہور و معروف ریاضی دان) نے بھی پانچ سو کاپیوں کا ہدیہ مولانا شائق کو پیش کر دیا۔^(۱۸) پہلے پارے کا یہ منظوم ترجمہ **نظم البیان فی مطالب الفرقان** کے نام سے گورداسپور سے چھپا اور اس کے بعد مختلف جگہوں سے بار بار چھپتا رہا۔ مولانا ایزدی عرف صوفی معنوی ”ضروری التماس مؤلف“ کے تحت لکھتے ہیں:

خدا کے فضل سے وہ اس قدر مقبولِ خلاق ہوا کہ صرف مؤلف کے اپنے مطبع (نئس الہند) میں تقریباً ستائیس دفعہ بار بار ہزار ہا کی تعداد کثیر میں چھپ کر ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہوتا رہا۔ ماسوا اس کے دہلی، لکھنؤ، آگرہ، کانپور، کلکتہ، پٹنہ، بانکی پور، ممبئی، حیدر آباد، میسور، بنگلور وغیرہ میں بھی بہ اوقات مختلفہ کئی دفعہ چھپوایا گیا۔^(۱۹)

مطبع نئس الہند لاہور کا مطبوعہ **نظم البیان فی مطالب القرآن** راقم سطور کے پیش نظر ہے۔ عنوان کتاب جلی حروف میں لکھا ہوا ہے، مگر اس میں لفظ مطالب کی ”ب“ پر بجائے کسرہ کے ضمہ ہے۔ کاتب کی اس فاش غلطی کو مولانا ایزدی نے بغیر اصلاح کے چھوڑ دیا ہے۔ یہ غالباً اس کی پہلی اشاعت بھی نہیں ہے۔ یہ کل ۷۴+۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ فاضل مترجم نے اس میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ جزو آیت کو لیتے ہیں اور دو کالموں میں اس کا منظوم مفہوم بیان کرتے ہیں۔ ہر صفحے پر چھ

تصنیف و تالیف و تراجم میں سب سے پہلا کام **کشف المحجوب** کا ترجمہ ہے جو بہت مقبول ہو چکا ہے۔ یہ ترجمہ ۴۹۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس پر سن طباعت نہیں ہے۔

۱۷- روزنامہ انقلاب، اشاعت سابق، ۵۔

۱۸- منظوم اُردو ترجمہ، ا: ب۔

۱۹- نفس مصدر۔

اشعار ہیں۔ محتاط اندازے کے مطابق اس میں ابیات کی تعداد ۴۴۴ (چار سو چوالیس) ہے۔ محتاط اندازہ اس لیے ہے کہ راقم کے پاس جو نسخہ ہے اُس کا آخری ورق پھٹا ہوا ہے۔ اس پر سنہ طباعت کا بھی کہیں ذکر نہیں۔

اس اوّل پارے کے ترجمے کے بعد مولانا شمس الدین ارادۂ حج سے مکہ و مدینہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔ اس مبارک سفر میں تین سال کا عرصہ لگا۔ حج کے بعد اپنے ترجمے پر نظر ثانی کی تو بجائے اس میں ترمیم کے ایک نیا ترجمہ وجود میں آگیا۔^(۲۰) منظوم اردو ترجمہ کے نام سے مصنف ہی کے اہتمام سے یونین اسٹیم پریس لاہور سے چھپا۔ ۷۲+۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ نظم البیان اور اس ثانی الذکر نظر ثانی شدہ ترجمے میں ایک فرق حواشی کا بھی ہے۔ اس میں کہیں کہیں منظوم حواشی بھی ہیں۔ آخری دو صفحات ”ضروری التماس مؤلف“ کے ماسوا، سرورق پر مؤلف، کاتب، قیمت اور مطبع وغیرہ کی تمام تر ضروری معلومات نظم کے پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں۔ اس ترجمے کی قیمت درج ذیل شعر میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

ہدیہ نی پارے کا چار آنے ہے بس
اور فقط اللہ بس باقی ہوس

مطبع کی معلومات اس شعر سے مہیا ہوتی ہیں:

یونین اسٹیم مطبع میں چھپا
جو کہ ہے لاہور میں مطبع بڑا

کاتب کے متعلق معلومات فراہم کرتا یہ شعر ملاحظہ ہو:

کاتب ایں نقل قرآن مجید
ہست محبوب الرقم عبد الرشید^(۲۱)

یہ اشعار مولانا ایزدی کی قادر الکلامی اور کہنہ مشقی کا پتا دے رہے ہیں۔ برسوں کی ریاضت کے بعد ہی ایک شاعر کو ہر چیز نظم کرنے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے ترجمے پر نظر ثانی اور

۲۰۔ نفس مصدر۔

۲۱۔ نظم المعانی، کاتب۔

ترمیم و اصلاح کا سلسلہ مسلسل جاری رکھا، جس کا واضح ثبوت نظم المعانی اور منظوم اردو ترجمہ ہے۔ اگر ان پر سے مصنف کا نام ہٹا دیا جائے تو یہ کہنا مشکل ہو جائے گا کہ یہ دونوں ایک ہی شاعر کی فکر کا نتیجہ ہیں۔ آپ نے ﴿وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾^(۲۲) کا ترجمہ نظم المعانی میں اس طرح کیا:

اور رکھتے ہیں یقین جو آخر کے روز پر

یعنی یقین جن کو ہے محشر کے سوز پر^(۲۳)

ظاہر ہے کہ یہ تفصیلی ترجمہ ہے، اس پر نظر ثانی کے بعد جو ایک نیا ترجمہ معرض وجود میں

آیا اب وہ ملاحظہ ہو:

اور ہوا نازل جو تجھ سے پیشتر

اور وہ رکھتے ہیں یقین انجام پر^(۲۴)

مصرع اول ﴿وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾^(۲۵) کا ترجمہ ہے۔ دوسرا ترجمہ پہلے ترجمے کی نسبت مختصر اور

حشو و زوائد سے پاک ہے۔ دوسرے ترجمے میں بھی پہلے کی طرح ہر صفحے پر دو کالم بنائے گئے ہیں اور ان میں قرآن مجید کی منظوم ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ دونوں ترجمے تحت اللفظ ہیں، جس کی وجہ سے قرآنی آیات کو بھی ان کالموں میں اس طرح درج کیا گیا ہے جس طرح اشعار کے مصرعوں کو۔ اس عمل سے جہاں قرآنی متن کی تلاوت میں دشواری آگئی ہے وہاں کوئی نا سمجھ آیات بینات کو بھی شاعری خیال کر سکتا ہے۔ اول الذکر اور ثانی الذکر دونوں میں آیات کے نمبر نہیں لگائے گئے جس سے قاری مطلوبہ آیت کی تلاش میں دقت میں پڑ سکتا ہے۔

ان دو تراجم کے علاوہ راقم الحروف کے پاس مولانا ایزدی کا ایک تیسرا جزوی ترجمہ مختصر

منظوم اردو ترجمہ کے عنوان سے بھی ہے اور یہ پہلے تین پاروں پر مشتمل ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ مکمل صورت میں شائع ہونے سے قبل کی اشاعت ہے۔ راقم سطور کے پاس جو نسخہ ہے وہ ناقص الاخر

۲۲۔ القرآن ۲: ۴۔

۲۳۔ شمس الدین شائق ایزدی، نظم البیان فی مطالب الفرقان (پارہ اول)، (لاہور: شمس الہند پریس)، ۳۔

۲۴۔ شمس الدین شائق ایزدی، منظوم اردو ترجمہ (پارہ اول) (لاہور: یونین اسٹیم پریس، س ن)، ۴۔

۲۵۔ القرآن ۲: ۴۔

ہے۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۷۷ تک ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہر صفحے پر چار کالم بنائے گئے ہیں اور آیات بینات کے نمبر بھی لگادیئے گئے ہیں، مگر قرآنی آیات کو مصرع کی اتباع میں مثل اشعار لکھا گیا ہے۔ اس نئے پر سنہ طباعت ہے نہ جاے اشاعت کا ذکر۔ اس میں موجود حواشی کا نام فاضل مصنف نے فرقان حمید رکھا ہے۔ مصنف نے اصلاح و ترمیم کا سلسلہ اس میں بھی جاری رکھا۔ ﴿وَمَا أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾^(۲۶) کا ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں ترجمہ سابق کی نسبت معمولی سی تبدیلی کی گئی ہے:

اور ہوا نازل جو تجھ سے پیشتر
اور وہ رکھتے ہوں یقین انجام پر^(۲۷)

نظم البیان کے ان تین پاروں کی اشاعت کے بعد غالباً مصنف کو ترجمہ مکمل کرنے اور اس کو طبع کرانے کا خیال پیدا ہوا۔ ۱۳۳۶ھ [۱۹۱۸ء] تک مولانا ایزدی دس پاروں کا ترجمہ مکمل کر چکے تھے اور اسی سال یہ دس پاروں کا ترجمہ مختصر منظوم اردو ترجمہ کے عنوان سے کریبی پریس لاہور سے چھپا۔ اس کی کتابت غلام رسول نامی کاتب نے کی۔ ان باتوں کی شہادت کتاب کے سرورق سے اس طرح ملتی ہے:

راقم	العاجز	فقیر	سرمدی	بندہ	شمس الدین	شائق	ایزدی
عرف	(شمس الہند)	صوفی	معنوی	ساکن	لاہور	باب	اکبری
پنجم	ذیقعد	دو	شنبه	رواں	سی و شش	برسزده	صد سال واں
بندہ	کترین	غلام	رسول	این	کتاب	نمود	بہر قبول

مولانا شائق ایزدی نے یہ ترجمہ آٹھ سال کی محنت شاقہ کے بعد ۲۸ / محرم الحرام ۱۳۴۲ھ بہ مطابق ۱۱ / ستمبر ۱۹۲۳ء بروز سہ شنبہ بہ وقت ظہر مکمل کیا۔ فاضل مصنف آخری جلد میں رقم طراز ہیں:

۲۶۔ القرآن ۲: ۴۔

۲۷۔ شمس الدین شائق ایزدی، مختصر منظوم اردو ترجمہ (پہلے تین پارے) (مطبع، س ن)، ۴۔

ایں کار خیر ترجمہ منظوم قرآن مجید بطرز مشنوی شریف حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بزبان اُردو بتاریخ ۲۸ ماہ محرم الحرام ۱۳۴۲ ہجری المقدس مطابق ۱۱ ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء، و ۲۶ ماہ بھادوں ۱۹۸۰ ہندی بروز سہ شنب بوقت مبارک ظہر، تخمیناً در سال پنجاہ و نهم عمر خود، بعرضہ متریباً ہشت سال بافعال ایزد متعال بہ انجہام رسانیدم۔ الحمد للہ والشکر للہ حمداً و شکرًا کثیراً۔ بندہ محمد شمس الدین شائق مؤلف۔^(۲۸)

مولانا ایزدی نے اختتام ترجمہ پر قطعہ تاریخ بھی لکھا ہے، ملاحظہ ہو:

ہو گیا ختم یہ نظم البیان شائقاً از فضل رب انس و جان
لکھ یہ سال بر ختم ”الکتاب آج پورا ہو گیا نظم البیان“^(۲۹)

درج بالا اقتباس اور قطعہ تاریخ سے اب یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ نظم المعانی جو کہ تین جلدوں میں ہے اس کے ترجمے اور طباعت کا کام دونوں ساتھ ساتھ جاری رہے۔ جلد اول ۱۹۱۸ء میں طبع ہوئی۔ جلد دوم کے بارے کوئی اندرونی اور بیرونی شہادت ایسی نہیں ملتی جس سے اس کی طباعت کے سال کا تعین ہو سکے۔ آخری جلد کے ترقیہ سے اس کی طباعت کا سال ۱۹۲۳ء معلوم ہوتا ہے۔ تینوں جلدیں کیری پریس لاہور سے طبع ہوئیں؛ ہر جلد دس پاروں پر مشتمل ہے اور کل صفحات ۲۹۶۶ ہیں۔

اظہارِ تعلق و تقاضا

مولانا شمس الدین شائق نے اپنے ترجمے کے دیباچے میں بلند بانگ دعویٰ کیا ہے کہ اُن کا منظوم ترجمہ ہندی زبان کا قرآن ہے۔ شائق نے چون کہ مشنوی مولانا روم کی بحر استعمال کی ہے، یقیناً مشنوی کو دیکھ کر ہی قرآن مجید نظم کرنے کا خیال پیدا ہوا ہوگا اور مولانا جامی مولانا روم کی مشنوی کو فارسی زبان کا قرآن قرار دے چکے ہیں۔ آپ کے مشنوی کے متعلق یہ اشعار مشہور ہیں:

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی
من چہ گویم وصف آں عالی جناب نیست پیغمبر و لے دارد کتاب

۲۸ - منظوم اُردو ترجمہ قرآن، ۳: ۲۹۶۴۔

۲۹ - نفس مصدر، ۲۹۶۵۔

(مولوی معنوی کی مثنوی فارسی زبان میں قرآن ہے۔ اس عالی جناب کی تعریف میں کیا کر سکتا ہوں۔ وہ پیغمبر تو نہیں لیکن صاحب کتاب ضرور ہے۔)
 مولانا شائق تصور کی آنکھ سے مولانا جامی کو اپنے ترجمہ قرآن کے بارے میں اس طرح
 رطب اللسان دیکھتے ہیں:

پس یہی ایما ہے حضرت کا یہاں کہ حقیقت میں یہی نظم البیان
 مثنوی معنی قرآن ہے یہ زبان ہند میں فرقان ہے
 مثنوی شائق شیریں بیاں ہست قرآن در زبان ہندیاں^(۳۰)
 کسی بھی زبان کا کوئی فن پارہ خواہ وہ ادب کی اوجِ ثریا پر ہی کیوں نہ متمکن ہو، اسے اُس
 زبان کا قرآن مجید قرار دینا تعلق و تفاخر کے سوا کچھ نہیں۔

اسلوبِ ترجمہ

مولانا ایزدی نے مولانا رومؒ کی مثنوی کی طرز پر مثنوی معنوی ہی کی زمین یعنی بحرِ رمل میں
 قرآن مجید کا یہ منظوم ترجمہ کیا، جو بہ قول مترجم تحت اللفظ، نہایت سلیس، سادہ اور عام فہم ہے۔ ترجمے
 کے سرورق پر تحریر ہے:

مثنوی معنوی کے رنگ میں اک نئی طرز اور نرالے ڈھنگ میں
 صاف شُستہ سہل اور آسان تر تحت لفظی اور مسلسل سربر
 یہ ہے شمس الہند شمس الدین کا کام شائق اس کے ہوچکے ہیں خاص و عام^(۳۱)

مولانا شمس الہند کے ترجمہ کی یہ خصوصیت ہے کہ سرورق سے لے کر آخر صفحے تک منظوم
 ہے ماسوا ضروری التماس مولف کے، جو صفحہ ب اور ج پر محیط ہے۔ صفحہ د پر ۴۲ آیات پر مشتمل
 دیباچہ ہے، جس میں قرآن مجید کے ترجمہ کرنے کی غرض و غایت اور اپنے مآخذ و مصادر کا بیان کیا گیا
 ہے۔ ترجمے کے آغاز سے قبل چار صفحات مزید زائد ہیں؛ صفحہ ۱ سے ۳ تک ”چند اصول الترجمة قرآن“
 کے عنوان سے فارسی اور اُردو اشعار میں ترجمہ قرآن کے اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ صفحہ ۴ پر ”نظم

۳۰۔ منظوم اُردو ترجمہ، ا: د۔

۳۱۔ د: دوسرا اور تیسرا شعر خارج از وزن ہیں۔ تیسرا شعر کلام تو کجا، جملہ بھی نہیں بن سکا۔

در بیان رموز وادقاف قرآن مجید“ کے عنوان سے فارسی میں نظم ہے۔ ان ۸ زائد صفحات کے بعد دوسرا سرورق (Title Page) ہے، اس صفحات کے نمبر از سر نو شروع ہوتے ہیں۔ تیوں جلدوں کے صفحات کی کل تعداد (۲۹۶۶+۴+۴) ۲۹۷۴ ہے۔ ہر صفحے میں دو کالم بنائے گئے ہیں۔ آیت یا جزو آیت کو لے کر اس کے تحت دو کالموں میں اُس کا ترجمہ نظم کیا گیا ہے۔

مولانا شائق نے تسوید و تبیض کے وقت اس بات کا اہتمام کیا کہ الفاظ قرآنی کے نیچے ترجمہ ہو اور ترجمہ ہر جملے کا اُس کے نیچے لکھا جائے۔ یعنی الفاظ قرآن اور ترجمہ اوپر نیچے ہوں تاکہ قاری میں بہ راہ راست قرآن فہمی کا ذوق پیدا ہو۔ یہ ترجمہ تحت اللفظ ہونے کے ساتھ ساتھ نظم میں ہے جس کی وجہ سے ایک نقص بھی پیدا ہو گیا کہ قرآنی آیات کو بیت کے مصرعوں کی سی شکل میں لکھا گیا ہے جو کہ بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے۔

ترجمہ قرآن کے مصادر و ماخذ

قرآن مجید کے معنی و مفہوم کو نظم کرتے وقت مولانا شائق ایزدی کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م: ۱۱۷۶ھ) کا فتح الرحمن، حضرت شاہ عبد القادر (م: ۱۲۴۲ھ) کا موضح قرآن اور حضرت شاہ رفیع الدین (م: ۱۲۴۹ھ) کا ترجمہ تھا۔ مولانا ایزدی کے بہ قول انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ منظوم ترجمہ ان تینوں تراجم سے باہر نہ ہو اور کسی قسم کا اضافہ نہ کرنا پڑے۔ فاضل مصنف خود رقم طراز ہیں:

پس یہ نسخہ ہے پئے عام	اور خصوصاً ہے پئے تفہیم عام
ترجمہ جو لکھ گئے ہیں فارسی	شاہ ولی اللہ دہلوی
اور اُردو شاہ رفیع الدین کا	اور جو شاہ عبد القادر نے کیا
ترجمہ یہ ہے مطابق اُن کے ہی	کچھ کمی بیشی نہیں اس میں کوئی

مولانا شائق مزید لکھتے ہیں: حتی الامکان وحتی الوسع اصل ترجمہ سے زائد الفاظ کا کوئی استعمال نہیں کیا گیا۔ بظاہر جو کچھ الفاظ کسی جگہ کسی ضرورت سے لیے گئے ہیں وہ خاص اسی مطلب کو ادا کرنے کے لیے ہیں۔ وہ بھی خاص الفاظ قرآنی کے الف لام اور تنوینات وغیرہ کے ہی معنی ہیں۔^(۳۲)

ان تراجم کے علاوہ کچھ اور تراجم بھی آپ کے پیش نظر تھے، جن میں خاص طور پر مولانا عبدالحق حقانی کا ترجمہ حقانی اور ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ۔^(۳۳)

درج بالا اشعار اور اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا شمس الدین ایزدی نے براہ راست قرآن مجید کا ترجمہ نہیں کیا، بلکہ قرآن مجید کے متذکرہ بالا نثری تراجم کو نظم کا جامہ پہنایا۔ فاضل مترجم بڑی حد تک تو اپنے دعوے کو نبھانے میں کامیاب رہے ہیں، مگر بسا اوقات شعری بندشوں اور اوزان و بحر کی کڑی پابندیوں کی وجہ سے اپنے پیش نظر تراجم کے مفہیم سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ اولاً وہ مثال پیش کی جاتی ہے کہ جس میں فاضل مصنف اپنے دعویٰ کے مطابق نثری تراجم کو نظم کے دھاگے میں پرونے میں کامیاب ٹھہرے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ	أَنْ	تُؤَدُّوا
بے شک اللہ ہے تمہیں فرما رہا	یہ کہ تم پہنچا دو۔ خود کر دو ادا	
الَّذِينَ آمَنُوا	إِلَىٰ	أَهْلِهَا
کل امانات (اپنی ہاں رکھی ہوئی)	اُن کے اہلوں اُن کے حق داروں کو ہی	
وَإِذَا حَكَمْتُمْ	بَيْنَ	النَّاسِ
اور یہ کہ جب کبھی فیصلہ کرو	درمیاں لوگوں کے (جو جھگڑا کہ ہو)	
أَنْ تَحْكُمُوا	بِالْعَدْلِ	
تو کرو تم فیصلہ ہر طرح سے	ساتھ پورے عدل اور انصاف کے	
إِنَّ اللَّهَ يَعْظُمُ	بِعِظْمِ	
درحقیقت حق تعالیٰ خوب ہی	پند دیتا ہے تمہیں اس سے بڑی۔	
إِنَّ اللَّهَ كَانَ	سَمِيعًا	بَصِيرًا ^(۳۴)

۳۳- مختصر منظوم ترجمہ، ا: ص۔

۳۴- القرآن ۴: ۵۸۔

بے شک اللہ پاک ہے خود برملا	سب کی سنتا۔ سب کی حالت دیکھتا (۳۵)
-----------------------------	------------------------------------

شعر اوّل کے مصرع اوّل میں شاہ عبد القادر کی اتباع میں (۳۶) میں مولانا شمس الہند نے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ﴾ کا ترجمہ ”بے شک اللہ ہے تمہیں فرما رہا“ کیا ہے، شعر ثانی کا مصرع ثانی شعر اوّل کے مصرع ثانی کی طرح تفصیلی ترجمہ ہے، مگر اس میں غلط طور پر اہل کی جمع ”اہلوں“ لائی گئی ہے۔ عربی میں اہل کی جمع اہلون، اہال، اہال اور اہلات، (۳۷) جب کہ اُردو میں اہلی اور اہلیان (۳۸) آتی ہے۔ (۳۹) اُردو میں اہل بمعنی لائق فائق اور قابل بھی استعمال ہوتا ہے (۴۰) جیسے اہل نااہل اور اہل بمعنی صاحب یا والا ترکیب اضافی میں تو مستعمل ہے، تنہا نہیں۔ (۴۱) شاعر کو چاہیے تھا کہ اہل امانت یا مالکان امانت کے مفہوم کے لیے ایسے الفاظ کا انتخاب کرتا جو صرف یہی معنی و مفہوم رکھتے۔ تیسرے شعر میں ”ہر طرح سے“ زائد ہے۔ اسی طرح آخری شعر میں ”خود برملا“ بھرتی کا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود اس پیش کردہ مثال میں فاضل مترجم جہاں قرآنی مفہوم کو ادا کرنے میں بڑی حد تک کام یاب ٹھہرے ہیں وہاں شعری بندشوں کو بھی نبھانے میں بہرہ یاب ہوئے ہیں۔

اب وہ مثال پیش کی جاتی ہے کہ جس میں فاضل مترجم اوزان و قوافی کی بندشوں میں بندھ کر قرآنی مفہوم سے دور چلے جاتے ہیں اور بعض اوقات یہ دوری تحریف معنوی تک جا پہنچتی ہے۔

۳۵۔ مختصر منظوم ترجمہ، ۱: ۳۲۲-۳۲۵۔

۳۶۔ شاہ عبد القادر محدث دہلوی (م: ۱۲۴۲ھ)، القرآن الکریم مع ترجمہ و تفسیر موضح قرآن (کراچی: تاج کمپنی لمیٹڈ، س-ن)، ۱۰۶۔

۳۷۔ خلیل الجرج، لاروس المعجم العربی الحدیث (مکتبۃ لاروس بارئیس، ۱۹۷۳ء)، ۱۹۳؛ عبد الحفیظ بلیلاوی، مصباح اللغات (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی اکتوبر ۱۹۸۱ء)، ۴۳۔

۳۸۔ فیروز الدین، فیروز اللغات اُردو (لاہور: فیروز سنز، س-ن)، ۱۴۲۔

۳۹۔ مولوی نور الحسن نیز، نور اللغات (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۵ء)، ۱: ۴۲۵؛ مولوی عبد الحق (مدیر اعلیٰ) ودیگر، اُردو لغت (تاریخی اصول پر) (کراچی: ترقی اُردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)، ۱: ۱۰۸۰؛ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، خورشید احمد خان (مرتب) (لاہور: مکتبہ سہیل لمیٹڈ، س-ن)، ۱: ۳۲۹؛ نور الحسن، نور اللغات، ۱: ۲۲۵۔

۴۰۔ نور الحسن، نور اللغات، ۱: ۴۲۶؛ دہلوی، فرہنگ آصفیہ، ۱: ۳۳۰۔

۴۱۔ عبد الحق، اُردو لغت، ۱: ۱۰۸۵۔

﴿إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾^(۳۲) کا ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ عبد القادر دہلوی نے بالترتیب ”نہیں یہ مگر جادو ظاہر“،^(۳۳) ”یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے صریح“^(۳۴) کیا ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جزو آیت کا ترجمہ ”نہیست ایس سخن مگر جادو ظاہر“^(۳۵) کیا ہے۔ اب مولانا شائق کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

کہ نہیں ہے یہ بیاں ہرگز صحیح
پر سراسر جھوٹ ہی بالکل صریح^(۳۶)

شعر وزن میں تو آگیا مگر ”سحر“ کا ترجمہ ”سراسر جھوٹ“ نہ تو فاضل مترجم کے پیش نظر تراجم میں ہے اور نہ ہی کسی معروف مترجم قرآن نے کیا ہے۔ جس شعر میں وزن کی خاطر مفہوم کو قربان کیا گیا وہ وزن میں تو آگیا مگر اُس شعر میں جان نہیں ہے۔

معنی خیزی میں نثری تراجم سے امتیاز

مولانا شائق کا ترجمہ اکثر و بیشتر تو شاعری کی نذر ہو گیا ہے، مگر بعض جگہوں پر اوزان و بحر کی پابندیوں کے باوجود ادائے مفہوم میں اُردو کے مشہور نثری تراجم سے زیادہ معنی خیز ہونے کی وجہ سے اُن سے ممتاز نظر آتا ہے، ذیل کی آیت مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

يَا	اَيُّهَا	لَّذِينَ	آمَنُوا
اے وہ لوگو!	جو کہ ایماں لائے ہو		مانتے ہو جو کتاب اللہ کو
لَا تَقْدُمُوا	بَيْنَ	يَدَيِ	اللَّهِ
مت بڑھو تم آگے (حد دین سے)			حق کے اور اس کے رسول پاک کے
وَاتَّقُوا			اللَّهَ

۳۲- القرآن ۱۱: ۷۰۔

۳۳- شاہ رفیع الدین (م: ۱۲۳۹ء)، قرآن مجید مع ترجمہ از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (لاہور: انجمن حمایت اسلام،

س-ن)، ۲۶۵۔

۳۴- ترجمہ شاہ عبد القادر، ۲۶۸۔

۳۵- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م: ۱۱۷۶ھ)، قرآن مجید مترجم مع نسخہ تفسیر حسین (بہنی: مطبع محمدی، ۱۳۵۷ھ)، ۳۵۵۔

۳۶- ایزدی، منظوم اُردو ترجمہ، ۲: ۹۴۵۔

اور رہو عصیاں سے تم بچتے ہوئے	ڈر کر اللہ (کے عذاب اور قہر) سے
إِنَّ اللَّهَ	سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۳۷)
واقعی ہے حق تعالیٰ ہی سدا	سب کی سننے والا سب کچھ جانتا (۳۸)

مندرجہ بالا اشعار میں صرف پہلے شعر کا مصرع ثانی زائد ہے، اگر قوسین میں ہوتا تو زیادہ مناسب تھا۔ چوں کہ ”اے وہ لوگو جو کہ ایماں لائے ہو“ سے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ کی خوب ترجمانی ہو رہی ہے۔ دوسرا مصرع محض بیت کو پورا کرنے کے لیے ہے۔ باقی تمام اشعار متن قرآن کا ترجمہ ہیں، کوئی لفظ ترجمہ سے رہا ہے نہ حشو و زوائد نے جگہ پائی ہے۔ اضافے قوسین میں اور ترجمے کو مزید معنی خیز بنا رہے ہیں۔ فاضل مترجم نے جو تقویٰ کا مفہوم بیان کیا ہے وہ مشہور نثری تراجم کے مقابلے میں زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ یہاں ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ کا ترجمہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر طاہر القادری نے ”اور اللہ سے ڈرتے رہو“ (۴۹) کیا ہے اور شاہ رفیع الدین نے ”اور ڈرو اللہ سے“، (۵۰) شیخ الہند نے ”اور ڈرتے رہو اللہ سے“، (۵۱) مولانا جونا گڑھی نے ”اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو“، (۵۲) فتح محمد جالندھری نے ”اور خدا سے ڈرتے رہو“ (۵۳) اور پیر کرم شاہ الازہری نے ”اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے“ (۵۴) کیا ہے۔ قرآن وحدیث سے ماخوذ تقویٰ کے مفہوم کی جو وسعت ہے اردو کے مشہور

۴۷۔ القرآن ۴۹: ۱۔

۴۸۔ ایزدی، منظوم اردو ترجمہ، ۳: ۲۹۶۲۔

۴۹۔ اشرف علی تھانوی، بیان القرآن (لاہور: تاج کمپنی، س۔ن)، ۴۶۵؛ عبد الرحمن کیلانی، تفسیر القرآن (لاہور: مکتبۃ السلام، محرم الحرام ۱۴۳۲ھ)، ۴: ۲۶۷؛ محمد طاہر القادری، عرفان القرآن (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ۸۲۴۔

۵۰۔ شاہ رفیع الدین، القرآن الکریم مترجم اردو مع تفسیر موضح الفرقان (تسہیل موضح قرآن) (لاہور: چاند کمپنی، س۔ن)، ۶۱۶۔

۵۱۔ ترجمہ محمود حسن، شیخ الہند۔

۵۲۔ مولانا محمد جونا گڑھی، قرآن کریم، مع اردو ترجمہ وتفسیر (مدینہ منورہ: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، ۱۴۱۹ھ)، ۱۴۵۵۔

۵۳۔ فتح محمد جالندھری، فتح الحمید (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، س۔ن)، ۸۳۸۔

۵۴۔ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۳۹۹ھ)، ۴: ۵۷۷۔۵۷۸۔

تراجم اُس وسعت کا احاطہ نہیں کر رہے ہیں، جتنا مولانا شائق کا ترجمہ کہ ”اللہ (کے عذاب اور قہر) سے ڈر کر عصیاں سے بچتے ہوئے رہو“ میں نظر آتا ہے۔

اجتہادی ترجمہ

مولانا شمس الدین شائق نے جس طرح اپنے حواشی میں جمہور مفسرین کے جادہ مستقیم سے ہٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے اسی طرح اپنے ترجمہ قرآن میں بھی بعض آیات بینات کا ترجمہ اپنی رائے اور اجتہاد سے کیا ہے۔ مترجم اپنی رائے اور اجتہاد میں تنہا ہیں۔ آپ سے قبل کسی مترجم قرآن نے ایسا ترجمہ کیا نہ آپ کے بعد کسی مترجم نے ایسی جرأت کی ہے۔ راقم سطور کے اس دعوے کی دلیل صرف سورۃ القدر میں جا بہ جا ملاحظہ کی جاسکتی ہے، جس میں فاضل مترجم نے لیلہ قدر سے اُس کے ظاہری معنی مراد لینے کے بجائے ”عہد نبوی“ لیا ہے، وَمَا أَدْرَاكَ كَيْفَ تَرْجِمُهُ ”اللہ پاک کے سوا کون ہے جو آپ کو سمجھائے“ کیا ہے، ”الروح“ سے مراد بجائے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ”قرآن مجید“ لیا ہے اور لیلہ قدر یعنی عہد نبوی کی انتہا، طلوع صبح روزِ محشر تک بیان کی ہے۔ یہ نہ صرف معنوی تحریف ہے بلکہ اس سے شب قدر کی فضیلت میں وارد بیسیوں احادیث صحیحہ کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ سورہ قدر مع منظوم ترجمہ پیش خدمت ہے:

إِنَّا	أَنْزَلْنَاهُ
واقعی ہم نے ہی (از بہر ہدا)	نازل اس قرآن کو (لوگوں میں) کیا
فِي	الْقَدْرِ
لَيْلَةٍ	جو کہ ہے ذی قدر (نبوی عہد ہی)
إِكْ مَبَارَكِ عَهْدِ شَبِّ مِيْنِ وَاقِعِي	وَمَا
اور ہے کون ایسا (جُز اللہ پاک کے)	أَدْرَاكَ
مَا	جو تجھے سمجھائے (برحق طور سے)
لَيْلَةٍ	الْقَدْرِ
کہ وہ کیسا عہد شب ہے قدرتی	جو کہ ہے ذی قدر نبوی عہد ہی
لَيْلَةٍ	الْقَدْرِ

یہ منور عہد شب ہے (برملا)	اِک بڑا ذی قدر عہد (اسلام کا)
خَيْرٌ	مِنْ اَلْفِ شَهْرِ
ہے جو بہتر ہر طرح سے واقعی	ایسے دس سو ماہ سے (جو ہوں ظلمتی)
نَزَّلَ	اَلْمَلٰٓئِكَةُ
(کیونکہ) نازل (دہر میں) ہوتے رہے	حق تعالیٰ کے ملائک (فضل سے)
وَالرُّوْحِ	فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
اور یہ روحانی بیاں (قرآن) بھی	اُن کے رب کے امر سے صرف اس میں ہی
مِنْ	كُلِّ اَمْرٍ
ہر طرح (صاف اور مفصل طور سے)	واسطے لانے بجا ہر امر کے
سَلَّمَ	
سو یہی عہد مبارک سر بسر	ہے پُر از امن و اماں ہر طور پر
هِيَ	حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۵۵)
(اور) یہ (رہنے والا ہے بے ریب و شک)	یاں طلوعِ صبح (روزِ حشر تک) (۵۶)

اس عجیب و غریب ترجمے کے بعد ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ﴾ پر جو حاشیہ آرائی کی ہے اب وہ ملاحظہ ہو:

عہد نبوی عہد شب ہے ، اس لیے
کہ سیاہ تھا ملکِ ظلمتِ کفر سے
پھر ظہورِ پاکِ نبوی سے یونہی
ہو گیا ذی قدر وہ سب عہد ہی (۵۷)

۵۵- القرآن ۹۷:۱-۵

۵۶- ایزدی، منظوم اُردو ترجمہ، ۳: ۲۹۳۶-۲۹۳۷

۵۷- نفس مصدر، ۲۹۳۶۔

توسین کا استعمال

فاضل مترجم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اگر ضرورت شعری یا مفہوم کے ابلاغ کے لیے کسی لفظ یا جملے کا اضافہ کرنا پڑے تو اُس کو توسین میں لایا جائے تاکہ قارئین توسین میں دیے گئے الفاظ اور جملوں کو آیت کا ترجمہ نہ سمجھیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

وَلَیِّنْ	أَذَقْنَا	الْإِنْسَانَ	مِنَّا	رَحْمَةً
اور اگر ہم یاں چکھائیں کچھ مزے		ایسے انسان کو خود اپنی مہر کے		
ثُمَّ	نَزَعْنَا	مِنْهُ		
پھر وہی نعمت کہیں ہم چھین لیں		اُس سے (برحق طور پر بھی دہر میں)		
إِنَّهُ		لَيَكْفُرُ		كَفُورًا ^(۵۸)
تو وہ ہو جاتا ہے بالکل واقعی		سخت ناامید و نامشکور ہی		(۵۹)

معنوی و فنی تجزیہ

پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ ”ایسے“ قرآنی مفہوم سے زائد ہے جو محض وزن پورا کرنے کے لیے ہے۔ لفظ ”ایسے انسان“ اس بات کا متقاضی ہے کہ اُس کی آگے کوئی صفت بیان کی جائے جو کہ نہیں ہے۔ یہ زبان و بیان کا نقص ہے۔ دوسرے شعر کے مصرع اوّل میں ”کہیں“ زائد ہے اور دوسرے مصرع میں شاعر نے اضافے کے لیے اگرچہ توسین کا اہتمام کیا ہے مگر اُس میں بھی لفظ ”بھی“ زائد از ضرورت ہے جو محض وزن پورا کرنے کے لیے بھرتی کیا گیا ہے۔ بہ ظاہر سطور ”برحق طور پر بھی دہر میں“ یہاں اضافی ہے۔ اسی طرح بین السطور سے ایک اور مفہوم کی گنجائش نکلتی ہے، جس کا شاید مترجم کو ادراک ہی نہیں کہ خدا کسی نعمت کو بالباطل بھی چھین لیتا ہے۔ آخری شعر کے مصرع اوّل میں ”بالکل واقعی“ محض تکرار ہے، صرف شعر کا وزن پورا کرنے اور اگلے مصرع کو موزوں کرنے کے لیے ہے۔ ”کفور“ کا ترجمہ ”نامشکور“ غلط ہے اور مفہوم کو بالکل بدل دیتا ہے۔ نامشکور کا مطلب تو

۵۸- القرآن ۱۱: ۹-

۵۹- ایزدی، منظوم اردو ترجمہ، ۲: ۹۳۶-

ہے جس کا کوئی شاکر نہ ہو اور یہاں جو معنی مطلوب ہے وہ تو ”ناشکرا“ ہے۔ فاضل مترجم نے اضافے کے لیے قوسین کے استعمال کے اہتمام کی کوشش ضرور کی ہے مگر کلی طور پر ایسا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

حشو زوائد سے معمور دشوار فہم ترجمہ

مولانا شائق اگرچہ مختصر ترجمہ کرنے کے دعوے دار ہیں، مگر بسا اوقات اوزان و بحر کی کڑی پابندیوں کی وجہ سے ترجمہ حشو زوائد سے معمور اور اس کا فہم دشوار ہو جاتا ہے۔ بہ بطور نمونہ ذیل میں دی گئی مثال ملاحظہ ہو:

وَمَا	مِنْ	دَابَّتِ
اور اگر ہم یاں چکھائیں کچھ مزے		ایسے انسان کو خود اپنی مہر کے
فِي الْأَرْضِ إِلَّا	عَلَى	اللَّهِ رِزْقُهَا
کل زمین میں کل زمانے میں، مگر		حق پہ ہی روزی ہے اُس کی منحصر
وَيَعْلَمُ		
اور وہی رزاقِ دانا کبریا		ہر طرح خود ہی برحق جانتا
مُسْنَقَرَهَا		وَمُسْتَوْدَعَهَا
اُس کے رہنے کی جگہ اور عمر بھی		اور ٹھکانا اُس کا مر کر آخری
كُلُّ	فِي	كِتَابٍ مُّبِينٍ ^(۲۰)
ہیں غرض کل حال مخلوقات کے		علم حق میں صاف ظاہر اور کھلے ^(۲۱)

معنوی و فنی محاسن

شعر اول کے دونوں مصرعوں میں ﴿وَمَا مِنْ دَابَّتٍ﴾ کے مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ”ما“ نافیہ کا سادہ سا ترجمہ ”نہیں“ کے بجائے ”نہیں ہرگز کہیں بھی زینہار“ خواہ مخواہ کا ملال آور

۶۰۔ القرآن ۱۱: ۶۔

۶۱۔ منظوم اردو ترجمہ، ۲: ۹۴۳۔

حشو ہے، جب کہ عام فہم اور معنی خیز ترجمہ شاہ برادران کا ہے جن کے ترجمے کو بعینہ نظم کرنے کا مترجم کا دعویٰ ہے۔ شاہ رفیع الدین نے ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ﴾ کا ترجمہ ”اور نہیں کوئی چلنے والا بیچ زمین کے“^(۶۲) اور شاہ عبد القادر نے ”اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر“^(۶۳) کیا ہے۔ ان کے مقابل شائق کا ترجمہ عمیر الفہم اور حشو سے بھر پور ہے۔

دوسرے شعر کے مصرع اوّل میں ”کل زمانے میں“ زائد ہے۔ لفظ ”اللہ“ کا ترجمہ ”حق“ کے لفظ سے کرنا نامناسب ہے، کیوں کہ لفظ ”اللہ“ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے، اُس کی تعبیر ایسے لفظ سے کی گئی ہے جو کئی معانی کا متحمل ہے۔ ”روزی کا اللہ پہ منحصر ہونا“ اور ”روزی کا اللہ کے ذمے ہونا“ دونوں الگ الگ تعبیرات ہیں، اوّل الذکر تعبیر کوئی بلیغ تعبیر نہیں ہے۔ عام فہم ترجمہ وہ ہے جو شاہ صاحب اور اُن کے صاحب زادگان نے کیا ہے، وہ ملاحظہ ہو: ”مگر بر خدا است روزی او“^(۶۴) ”مگر اوپر اللہ کے ہے رزق اُس کا“^(۶۵) ”مگر اللہ پر ہے اُس کی روزی“^(۶۶)۔

اوپر کی بیان کردہ مثال کا تیسرا شعر ترجمہ تو نہیں ہے، ہاں اگر اُس کو تفسیر کہیں تو بات بن جائے گی۔ اس شعر میں مترجم کے اس دعوے کی بھی نفی ہوتی ہے کہ اوّل تو ترجمے میں اضافے نہیں ہیں، اگر کہیں توضیحی اور شعری ضرورت کے تحت کرنے پڑے ہیں تو اُن کو قوسین میں ذکر کیا ہے۔

مستقر اور مستودع کے معنی کی تعیین میں اگرچہ مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، مگر

مستقر کا معنی رہنے کی جگہ اور عمر دونوں سے کرنا مناسب نہیں ہے۔ فاضل مترجم ان میں سے کوئی ایک اختیار کرتے تو مناسب ہوتا۔ مستقر کا ترجمہ ”عمر“ نہ تو شاہ ولی اللہ نے کیا ہے اور نہ اُن کے

۶۲۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین، ۲۶۵۔

۶۳۔ ترجمہ طاہر القادری، ۲۶۸۔

۶۴۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ، ۳۵۵۔

۶۵۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین، ۲۶۵۔

۶۶۔ ترجمہ شاہ عبد القادر، ۳۶۸۔

صاحبزدگان نے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے {مُسْنَقَرَهَا} کا ترجمہ ”جائے ماندن“،^(۱۷) شاہ رفیع الدین نے ”جگہ قرار“،^(۱۸) اور شاہ عبد القادر نے ”جہاں ٹھہرتا ہے“،^(۱۹) کیا ہے۔

آخری شعر میں ”کتاب“ کا ترجمہ ”علم حق“ بھی فاضل مترجم کے اپنے اختیار کردہ تراجم کے بالکل برعکس ہے۔ فاضل مترجم ”کتاب“ کا ترجمہ ”کتاب“ ہی کرتے تو زیادہ مناسب تھا۔ ”مبین“ کا ترجمہ اگر ”صاف ظاہر“ سے کیا ہے تو ”اور کھلے“ زائد اور تحصیل حاصل ہے۔ آخری شعر میں تو فاضل مترجم نے خیال آرائی کی ہے، اس وجہ سے مذکورہ شعر کو خیالی ترجمہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ مولانا شائق ان تمام اشعار میں وزن اور ردیف و قوافی کو نبھانے میں تو کام یاب رہے ہیں مگر ترجمے کو حشو و زوائد اور خواہ مخواہ کی لفظی و معنوی تعقید سے بھر دیا ہے۔ فاضل مترجم کے پیش نظر نثری تراجم میں جو سلاست و روانی اور لطافت و معنی خیزی ہے وہ منظوم ترجمے میں عنقا ہے۔

بے زار کن اطناب

مولانا شمس الدین شائق ایزدی کا دعویٰ تو مختصر ترجمے کا ہے، مگر وہ اپنے دعوے سے عہدہ برآ ہونے میں ہر جگہ کام یاب نہیں ہوئے۔ بسا اوقات تو بات کو بلاوجہ طول دیتے ہیں اور وزن کو نبھانے کے لیے زبان و بیان کی ایسی فاش غلطیاں کرتے ہیں جو ارباب ذوق کی طبیعتوں پر گراں گزرتی ہیں؛ ذیل کی مثال ملاحظہ ہو:

قُلْ		
کہہ دے ان سے صاحب قرآن تو	کہہ دے صاف اے صاحب ایمان تو	
سَيَرُوا	فِي	الْأَرْضِ
کہ کرو تم سیر چل پھر کر ذرا	سرزمین ملک حق میں جا بجا	
فَانظُرُوا	كَيْفَ	كَانَ
پھر ذرا دیکھو نگاہ غور سے	کس طرح تھا اور ہوا کس طور سے	

۶۷۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ، ۳۵۵۔

۶۸۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین، ۲۶۵۔

۶۹۔ ترجمہ شاہ عبد القادر، ۳۶۸۔

عَنْبَةَ	الْمَجْرِمِينَ (۷۰)
آخر اور انجام اُن اشخاص کا	تھے جو مجرم حق کے (موزی پُر جفا) (۷۱)

لفظی و معنوی جائزہ

شعر اول قرآنی لفظ ﴿قُل﴾ کا ترجمہ ہے۔ ﴿قُل﴾ کا مفہوم محض ”کہہ دے تو“ سے ادا ہو رہا ہے، باقی سارا شعر زائد اور خواہ مخواہ کا ملال آور اطناب ہے۔ شاید مترجم ﴿قُل﴾ کے فی الواقع مخاطب میں بھی متردد ہیں، مصرع اول سے مخاطب حضور ﷺ کی ذات اطہر معلوم ہو رہی ہے؛ یعنی قل یا ایہا النبی؛ مصرع ثانی سے مخاطب ایک عام مسلمان معلوم ہو رہا ہے یعنی قل یا صاحب الایمان۔ اگر صاحب ایمان کا مرجع سرکار دو عالم ﷺ ہیں تو پھر یہ تحصیل حاصل ہے۔ ﴿سِيرُوا﴾ کا ترجمہ ”تم سیر کرو“ کافی ہے، ”کہ چل پھر کر ذرا“ زائد اور تحصیل حاصل ہے۔ اس شعر کا مصرع ثانی بھی حشو و زوائد سے معمور ہے۔ ایک سادہ سے مفہوم کو خواہ مخواہ گنجلک کر دیا ہے۔ ﴿فِي الْأَرْضِ﴾ کا ترجمہ ”سرزمین ملک حق میں جا بجا“ کرنا کسی طور بھی مناسب نہیں۔ ﴿فَانظُرُوا﴾ کا مفہوم ”پھر دیکھو“ سے ادا ہو رہا ہے۔ ”ذرا نگاہ غور سے“ زائد ہے۔ یہی حال مصرع ثانی کا ہے کہ ناظم نے بجائے ایجاز و اختصار کے اطناب و طوالت کا راستہ اختیار کیا ہے۔ آخری شعر بھی خواہ مخواہ کے اطناب سے لبریز اور نامانوس ترکیب سے مملو ہے۔ ”موزی پُر جفا“ غریب اور غیر فصیح ترکیب ہے۔ فاضل مترجم کے پیش نظر منظور تراجم میں جو سلاست، شفتگی اور حلاوت تھی وہ نظم کے جامے میں برقرار نہیں رہ سکی۔ ذیل میں شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین کا نثری ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو مولانا شائق کے ترجمے کی نسبت شستہ، رواں، معنی خیز اور حشو و زوائد سے پاک ہے۔ ملاحظہ ہو: ”تو کہہ پھر و ملک میں تو دیکھو کیسا ہوا ہوا آخر گنہگاروں کا“ (۷۲) اور ”کہہ سیر کرو بیچ زمین کے، پس دیکھو کہ کیونکر ہوا آخر کام گنہگاروں کا۔“ (۷۳)

۷۰۔ القرآن ۲۷: ۶۹۔

۷۱۔ ایزدی، مختصر منظوم ترجمہ، ۲: ۱۷۷۴۔

۷۲۔ ترجمہ شاہ عبد القادر، ۳۶۱۔

۷۳۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین، ۲۵۸۔

منظوم حواشی

مولانا شمس الدین نے جہاں کہیں خیال کیا کہ قرآنی آیات کے مفہوم کا ابلاغ محض ترجمے سے نہیں ہو سکتا وہاں حاشیہ نگاری کر کے مفہوم کے ابلاغ کی کوشش کی ہے۔ ان منظوم حواشی کو ”فرقان حمید“ کا عنوان دیا ہے۔ یہ حواشی اُس وقت کے حاشیے کے مروجہ طریقے یعنی صفحے کے تینوں کناروں کے بجائے صفحے کے اخیر میں ہیں۔ بعض جگہ حواشی کے لیے دو کالم بنائے ہیں اور بعض جگہ چار کالم۔ کہیں حواشی مختصر ہیں اور کہیں طویل۔ نمونے کے طور پر {وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ} پر فاضل مترجم نے جو حاشیہ آرائی کی ہے ملاحظہ ہو:

یعنی یہ جو ہیں قیامت کے بیاں
یہ نہیں کچھ فرضی باتیں اور گماں
جو کہ شعر و شاعری کے طور سے
شاعروں نے ہوں خیالی گھڑ لیے^(۷۴)

حواشی میں تکرار سے اجتناب

مولانا شائق نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اُن کے ترجمے میں تکرار کا نقص نہ آئے، اگر ایک جگہ کسی لفظ کی تشریح گزر چکی ہو اور دوسری جگہ دوبارہ وہ لفظ آجائے تو تشریح کرنے کے بجائے سابق تشریح کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ وہاں سے ملاحظہ کر لی جائے۔ مثلاً: ﴿مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ﴾^(۷۵) پر حاشیہ نمبر لگا کر فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں:

لفظِ جَنِّ کی شرح اور تفصیل کو
ذیل کی آیات میں بھی دیکھ لو

۷۴- منظوم اُردو ترجمہ، ۳: ۲۰۹۲۔

۷۵- القرآن ۱۱۴: ۶۔

(۱) ﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ﴾^(۷۶) الآیہ پ ۲۲، ۸ ع

(۲) ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفْرًا مِّنَ الْجِنَّ﴾^(۷۷) پ ۲۶، ۴ ع^(۷۸)

اگر کسی آیت یا جزو آیت کا تفسیری حاشیہ اگلے صفحے پر چلا جائے تو اگلے صفحے کی طرف بھی اشارہ نظم کے پیراے میں کرتے ہیں۔

باقی مضمون حاشیہ کا دیکھیے

اس سے اگلے صفحے پر بھی غور سے^(۷۹)

پھر اگلے صفحے پر اپنے حاشیہ کو ماسبق سے اس طرح مربوط کرتے ہیں۔

یہ تمہ ہے اسی مضمون کا

اس سے پہلے صفحے پر آچکا^(۸۰)

حواشی میں حروف مقطعات کے معنی و مفہوم کی تعین

مولانا شمس الدین نے اپنے ترجمہ قرآن کے حواشی میں حروف مقطعات کے معنی و مفہوم کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ سورہ آل عمران کے شروع میں الم پر جو حاشیہ نگاری کی ہے اُس

میں سے چند اشعار ذیل میں دیے جا رہے ہیں:

ذکرِ اثباتِ خداوندِ عباد	ہے الف سے بے شک اللہ مراد
یعنی ذکرِ لا إله إلا هو	لام نفی غیر کی ہے گفتگو
کہ محمد ہے رسول اللہ کا	میم سے ذکرِ رسالت بر ملا
ہے عبارت صاف لفظوں میں یہی	پس الف اور لام اور میم کی
اور محمد عبدہ و رسولہ ^(۸۱)	اللہ اور لا إله إلا هو

۷۶- القرآن ۳۳: ۱۴۔

۷۷- القرآن ۲۶: ۲۹۔

۷۸- منظوم اردو ترجمہ، ۳: ۲۹۶۴۔

۷۹- نفس مصدر، ۱: ۴۰۴۔

۸۰- نفس مصدر، ۴۰۵۔

۸۱- منظوم اردو ترجمہ، ۱: ۱۸۵۔

تفسیری حواشی میں تفرداتِ شائق

مولانا شائق نے اپنے ترجمے کے ساتھ جو منظوم حواشی بیان کیے ہیں، اُن میں بسا اوقات جمہور مفسرین سے ہٹ کر ایسی رائے قائم کرتے ہیں جس میں وہ تنہا نظر آتے ہیں۔ یہ آپ کے تفسیری تفردات ہیں، مثال کے طور پر قرآن مجید میں مذکور واقعہ اصحابِ سبت^(۸۲) میں یوم السبت سے یوم الجمعہ مراد لیتے ہیں۔ ﴿وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ﴾^(۸۳) پر جو حاشیہ آرائی کی ہے اُس میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہفتے میں چھ دن ہیں بہر کاروبار ساتواں دن ہے برائے کرد گار
روزِ شنبہ ہے وہ دن نزد یہود اور ہے یکشنبہ نصاریٰ میں سعود
لیکن اصلی روز جو ہے سبت کا جمعہ ہے قرآن کی رُو سے بر ملا
ہفتہ کا ہے ساتواں دن جمعہ ہی یوں سمجھتے ہیں اس ہفتہ سبھی^(۸۴)

پھر اپنے دعوے کی دلیل میں سورۃ الجمعۃ کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾^(۸۵) مع منظوم ترجمے کے پیش کرنے کے بعد حتمی فیصلہ دیتے ہیں:

۸۲- حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بحر قلزم کے کنارے یہودیوں کی ایک بستی تھی، جس کا نام ایلبہ یا مدین یا مغتا تھا۔ اہل بستی کو یہ حکم ملا کہ ہفتے کے دن کا احترام کریں اور اس دن مچھلیوں کے شکار سے اجتناب کریں۔ بہ حکم الہی ہفتے کے دن مچھلیاں کثرت سے ہوتیں، باقی دنوں میں ایک مچھلی بھی نظر نہ آتی، بلکہ تلاش پر بھی ہاتھ نہ لگتی۔ یہ وہاں کے رہنے والوں کے لیے آزمائش تھی کہ مچھلیاں ہیں تو شکار منع اور شکار جائز ہے تو مچھلیاں ندارد۔ اس بستی کے بعض رہنے والوں نے حیلہ جوئی کرتے ہوئے ہفتے کی دن کی حرمت کو توڑ ڈالا۔ حکم خداوندی کی خلاف ورزی پر اللہ جل جلالہ نے ان کے چہروں کو مسخ کر کے ذلیل و رسوا بنا دیا۔ تین دن یہ لوگ اسی حالت میں رہے اور پھر موت نے انھیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر (م: ۷۷۷-۷۷۸)، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ (بیروت: دارطیبہ ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء)، ۳: ۲۹۳۔

۸۳- القرآن ۴: ۱۵۴۔

۸۴- دوسرے شعر کے موجودہ در و بست کے ساتھ شعر کی بندش درست نہیں، شعر اپنے وزن سے نکل گیا ہے۔

۸۵- القرآن ۶۲: ۹۔

اس سے فی الجملہ ہوا ثابت یہی
سبت کا دن جمعہ ہی ہے واقعی

پھر آگے یہود کے بارے میں مزید کہتے ہیں:

کہ وہ یوم السبت یعنی جمعہ کو
کام وہ کرتے تھے، تھا ممنوع جو^(۸۶)

جمہور مفسرین نے یوم السبت کی تعیین سنچر کے دن (Saturday) سے کی ہے۔ راقم سطور کی معلومات کی حد تک مولانا شمس الدین سے قبل کسی مفسر نے بھی یوم السبت سے مراد جمعہ نہیں لیا۔ آپ نے بہ طور استشہاد کسی مفسر کا حوالہ بھی نہیں دیا ہے۔ یہ آپ کے تفسیری تفردات میں سے ہے۔ ہاں بعض تفاسیر میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر نبی کی امت کے لیے جمعہ کے دن کی فضیلت مقرر کی۔ اُن میں سے یہود نے اپنی کج فطرتی کے باعث اس بارے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑا کیا اور کہا کہ ہمارے لیے ہفتے کا دن مقرر کر دیجیے، کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پچھے دن میں کائنات کو بنایا اور سنچر کو کوئی چیز نہیں بنائی، اس لیے ہماری عبادت کے لیے ہفتے یعنی شنبہ کے دن کو مقرر کر دیجیے۔ اُن کے اس مطالبے پر سنچر کا دن برائے عبادت و تعظیم مقرر ہوا، بعد میں جس کی خلاف ورزی کے یہود مرتکب ہوئے۔^(۸۷)

مولانا شائق کے تفسیری تفرد کی دوسری مثال ملاحظہ ہو کہ مفسرین اور فقہاء کے نزدیک مالِ غنیمت اُس مال کو کہتے ہیں جو کافروں کے ساتھ برسرِ پیکار رہنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ لگے اور جو مال بغیر لڑے حاصل ہو اُسے مالِ غنیمت کہتے ہیں،^(۸۸) جب کہ مولانا شمس الدین نے ”مالِ غنیمت“ کو

۸۶۔ ایزدی، منظوم اُردو ترجمہ، ۱: ۲۰۴-۲۰۵، ۲: ۹۴۲۔

۸۷۔ جلال الدین السيوطی (م: ۹۱۰ھ)، الدر المشثور في التفسير المأثور، تحقيق: عبد الله بن عبد المحسن التركي (مصر):

مرکز ہجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية، ۲۰۰۳ء، ۹: ۱۳۲۔

۸۸۔ ابن کثیر، مصدر سابق، ۴: ۵۹؛ وہب الزحلی، الفقه الإسلامی وأدلته (دمشق: دار الفکر، ۱۹۸۵ء)، ۶: ۴۵۵۔

اُس مال سے تعبیر کیا ہے جو باہم برسرِ پیکار ہوئے بغیر حاصل ہو۔ فاضل مترجم کا ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾^(۸۹) پر مرقوم حاشیہ ملاحظہ ہو:

یعنی جو کچھ مال اہل ظلم سے
جنگ میں حاصل ہو بے تکلیف کے
نیز دیگر ہر طرح کا مال بھی
جو کہ حاصل ہو بلا تکلیف ہی
ہے غنیمت میں ہی داخل سر بسر
خواہ متاع و جنس ہو یا نقد زر
الغرض کہتے غنیمت میں اُسے
جو کہ بے رنج و مشقت مل سکے^(۹۰)

مولانا شائق نے مالِ فے کو پورے وثوق سے جو مالِ غنیمت کا نام دیا ہے یہ درست نہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ بعض علماء مالِ غنیمت پر فے کا اطلاق اور فے کا غنیمت پر کر دیتے ہیں^(۹۱) مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ غنیمت کا مال وہ ہے جو کافروں سے بنا لڑے حاصل ہو۔

خلاصہ بحث

مولانا شمس الدین شائق ایزدی کے ترجمے کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں یہ پہلا مکمل منظوم اُردو ترجمہ ہے، جو اشاعت کے زیور سے آراستہ ہوا۔ اس سے قبل مولوی عبد السلام بدایونی کی تفسیر زاد الاحترۃ بھی منصفہ شہود پر آچکی تھی، مگر اُس کی حیثیت تفسیر کی ہے۔ ترجمے میں اولیت کا شرف نظم البیان کو ہے۔ اس ترجمے کا ایک اختصاص یہ ہے کہ اس میں کاتب کا نام، مطبع، قیمت، مصنف کے بارے میں تمام تر معلومات اور حواشی تمام تر نظم کے پیرایے میں ہیں، یہ ایک

۸۹۔ القرآن ۸: ۴۱۔

۹۰۔ ایزدی، منظوم اُردو ترجمہ، ۱: ۷۷۔

۹۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن، ۴: ۵۹۔

اچھوتا اور نرالا انداز ہے۔ فاضل نظم نگار کے ترجمے میں کتابت و طباعت کے اعتبار سے سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں قرآنی آیات کی موزوں ناموزوں حصوں میں تقطیع کی گئی ہے اور پھر ان کو شعروں کے تابع کر کے مصرعوں کی ہیئت میں لکھا ہے، جس سے ایک طرف قرآن مجید کی تلاوت کرنا محال ہے تو دوسری طرف کوئی کوتاہ نظر شعری ہیئت میں ہونے کی وجہ سے متن قرآن پر بھی شعر کا گمان کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کو شعروں کے انداز میں لکھنا انتہائی نامناسب ہے۔

مولانا ایزدی نے شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحب زادگان کے تراجم کو نظم کے قالب میں ڈھالنے کا دعویٰ ضرور کیا ہے، مگر اکثر و بیشتر ان کا ذاتی ذوق زیادہ کار فرما رہا ہے۔ نظم نگار جا بجا ضرورت شعری کی وجہ سے یا اپنی آزاد خیالی کی وجہ سے اپنے پیش نگاہ تراجم سے پہلو تہی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس ترجمے میں بعض آیتوں کے مفہوم کے معاملے میں نظم نگار نے جمہور مفسرین سے الگ راہ اختیار کی ہے، جو کہ نظم نگار مترجم کے تفردات ہیں۔ بعض مقامات پر مترجم کے ترجمے اور آیات کی تفسیر میں وارد بیسیوں احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال سے انکار لازم آتا ہے۔

مولانا شائق کی وزن و بحر پر کامل قدرت نہیں تھی، اس لیے کہیں کہیں اپنی اختیار کردہ بحر سے نکل جاتے ہیں۔ زبان و بیان کی اغلاط بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ شاعر نے عروضی مجبوریوں کی وجہ سے بعض مقامات پر اپنے ترجمے کو حشو و زوائد سے معمور کر لیا ہے جو قاری کے ذوق پر گراں گزرتا ہے۔

